Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-2, Issue-2(July-December, 2024)
ISSN: (2311-6552)

Published:
December 30, 2024

The need and importance of the two-nation theory in the modern era: In the light of Imam Rabbani's (R.A) letters

عصرِ حاضر میں دو قومی نظریہ کی ضرورت واہمیت: مکتوباتِ امامِ ربانی کی روشنی میں

Dr. Muhammad Qasim Butt
Assistant Professor, G.C. University, Lahore

Abstract

Imam Rabbani Mujaddid Alf Thani's (R.A) epistles highlight the centrality of Islamic identity, urging Muslims to avoid assimilation into non-Islamic cultures. He emphasizes on maintaining Islamic practices, values, and a distinct social structure. Drawing insights from his writings, this paper explains the relevance of the Two-Nation Theory in contemporary times. The teachings of Imam Rabbani (R.A) serve as a guiding principle for preserving the distinct identity of Muslims, which made it possible to demand a separate homeland for them in the Indian subcontinent. The Two-Nation Theory still serves as a vital tool for Muslims to fight against the modern challenges of globalization and secularism.

Key words: Reformer, ideology, civilization, values, identity, honor and pride

جس وقت ہندوستان میں ہندوؤں کی تہذیب، اسلامی اقدار و روایات پر ضربیں لگا رہی تھی، ملتِ اسلامیہ کا تشخص اور اس کی پہچان اغیار کے ہاتھوں لوٹی جارہی تھی اور مغل بادشاہ اکبر کے خود ساختہ "دین" نے اسلام کی فکری سرحدوں پر یلغار برپا کر رکھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مردِ مجاہد کو اسلام کی نگہبانی کے لیے بھیجا۔ اس نے اسلام کی تجدیدِ نو کی، اسلامی شعار کو علاماتِ کفر سے جدا کیا اور شمعِ توحید کے اُجالے سے ظلمتِ شرک کو دُور کیا۔ اس نے سب سے پہلے ہندوستان میں اس نظریے کی بنیاد رکھی کہ مسلمان اور ہندو الگ قومیں ہیں۔ اس نے واضح کیا کہ مسلمانوں کے عقائد و نظریات، ان کی عبادات، ان کے تہوار و رسومات ہندوؤں سے جدا

ہیں۔اس نے مسلمانوں پر زور دیا کہ شریعتِ اسلامیہ کی پیروی کریں، سنتِ رسول ﷺ کو اپنا شعار بنائیں، اسلامی اقدار و روایات کی پاسداری کریں، اور اپنے اسلامی تشخص کی حفاظت کریں۔اسی عظیم ہستی کے بارے میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے کہا ہے:

وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

یہ نظریہ جس کی بنیاد امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھی، آگے چل کر "دو قومی نظریہ" بن کر اُبھرا، جو قیامِ پاکستان کی بنیاد بنا۔ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا وطن امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں کی اصلاحی و فکری مساعی کا نتیجہ ہے۔دو قومی نظریے کی بنیاد سر سید احمد خان اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال سے بہت پہلے شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھ دی تھی۔آپؒ اپنی تحریروں میں دو قومی نظریے کا مواد فراہم کر چکے تھے۔آپؒ کے مکتوبات میں اسلامی فکر اور شناخت کے حوالے سے اہم مباحث شامل ہیں، جو بعد میں "دو قومی نظریہ" کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوئے۔

"مکتوباتِ امام ربّانی" کی طرف جانے سے پہلے ہم جان لیں کہ "دو قومی نظریہ" کیا تھا؟۔۔۔یہ برصغیر کی تاریخ میں ایک اہم نظریہ ہے، جو برطانوی دورِ حکومت میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ قومی شناخت کی ضرورت کو واضح کرتا ہے۔یہ نظریہ اس تصور پر مبنی تھا کہ برصغیر میں دو بڑی قومیں ہیں: ہندو اور مسلمان۔۔۔جن کی مذہبی، ثقافتی اور سماجی روایات میں نمایاں فرق ہے۔لہٰذا ان کا ایک جھنڈے تلے جمع ہونا محال ہے۔یہ نظریہ بنیادی طور پر اسلام اور کفر کے درمیان پائے جانے والی تفریق کو واضح کرتا ہے۔یہ اسی اعلان کی غمازی کرتا ہے جو قرآن مجید میں سورۃ الکافرون میں کفار کو کیا گیا تھا کہ: اے کافرو! ہمارا اور تمہارا معبود الگ ہے، لہٰذا ہم تمہارے طریقہ پر چلنے کے نہیں، تمہارا دین ہمارے دین سے جدا ہے۔(1)

امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ "مکتوبات شریف" میں جابجا مسلم اور ہندو کا "دو قومی تصور" اجاگر کرتے نظر آتے ہیں۔درج ذیل عنوانات کے تحت مکتوبات شریف کا اس حوالے سے تجزیہ کیا گیا ہے۔

1۔اسلام اور کفر میں تفریق:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ مکتوبات شریف کے "دفتر اوّل" کے حصہ اوّل میں شیخ فرید کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اسلام اور کفر ضدیں ہیں، ان کا اجتماع محال ہے۔ایک کی تعظیم میں دوسرے کی تذلیل ہے۔ایک سے تعلق کا مطلب دوسرے کا ترک ہے۔ایک کو اختیار کرنے سے دوسرے کا رَدّ لازم آتا ہے۔اسلام اور کفر ایسے ہی ضدیں ہیں جیسے دنیا اور آخرت ضدیں ہیں۔استدلال کے طور پر آپؒ نے باری تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا ہے:

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-2, Issue-2(July-December, 2024)
ISSN: (2311-6552)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۔(2)

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان کے ساتھ سختی کرو۔"

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کے حامل ہونے کے باوجود، اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنا، اخلاق کے منافی نہیں۔ کفار کے ساتھ سختی برتنے میں اسلام کی عزت ہے۔ ان کے ساتھ دوستی اور ہمنشینی میں مسلمانوں کے لیے ذلت ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"اگر بوقتِ ضرورت ان سے کام آن پڑے تو بے اعتنائی اختیار کرتے ہوئے کام لینا چاہیے۔ کمال تو یہ ہے کہ دنیاوی غرض کو بھی بالائے طاق رکھ دے اور ان کی طرف توجہ نہ دے۔"(3)

تبصرہ:

اسلام اور کفر کی تفریق میں امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ بیان دراصل دو قومی نظریہ کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہ نظریہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان اور ہندو دو الگ قومیں ہیں، کیونکہ ان کے عقائد، مذہبی تعلیمات، اور معاشرتی اصول بالکل مختلف ہیں۔ امام ربانی رحمہ اللہ کے نزدیک اسلام اور کفر کے درمیان کوئی درمیانی راہ نہیں ہو سکتی، اور دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ یہی وہ تمہید ہے جو بعد میں دو قومی نظریے کی شکل اختیار کرتی ہے، جس میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو دو جداگانہ قومیں تسلیم کیا گیا۔

امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ موقف ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول اور ان کی ہمنشینی مسلمانوں کے لیے دین اور تشخص کی ذلت ورسوائی کا سبب بنے گی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہندو معاشرت اور ان کے ساتھ اختلاط مسلمانوں کی دینی اور معاشرتی اقدار کو پامال کر سکتا ہے، اور اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اس کے برعکس، ہندوؤں سے بے اعتنائی اور اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھنے میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور سربلندی ہے۔

یہی سوچ دو قومی نظریے کا جوہر بن گئی، جو اس بات پر مبنی تھی کہ مسلمان اور ہندو دو مختلف قومیں ہیں جن کا طرزِ زندگی، مذہبی تشخص اور معاشرتی اصول ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے۔ آپ کے نزدیک ان دو مذاہب کے ماننے والے کس طرح ساتھ رہ سکتے ہیں کہ اسلام اللہ کی رضا کے آگے سرنگوں ہونے کا نام ہے اور کفر اللہ سے بغاوت و سرکشی سے عبارت ہے۔ اسلام بارگاہِ باری تعالیٰ میں مقبول ہے اور کفر مردود۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

"بیشک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔"(4)

نیز اللہ فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

"اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"(5)

اسی بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یارسول اللہ ﷺ واجب کرنے والی دو چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی کو اللہ کے ساتھ منسوب کیے بغیر مرے وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہوئے مرے وہ آگ میں داخل ہو گا۔"(6)

یعنی شرک سے اجتناب جنت کو واجب کر دیتا ہے اور شرک جہنم کو لازم کرتا ہے۔ پس جب اسلام اور کفر میں۔ مسلم اور ہندو میں۔ واضح تفریق ہے تو دونوں کیسے اکٹھے رہ سکتے تھے۔

2۔ کفار کی صحبت سے پرہیز:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوبات میں مسلمانوں کو ہندوؤں کی صحبت اختیار کرنے پر تنبیہ کی ہے۔ شیخ فرید کے نام اسی مکتوب میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللہ نے کفار کو اپنا اور اپنے رسول ﷺ کا دشمن قرار دیا ہے۔ ان کے دشمنوں سے دوستی رکھنا، ان سے محبت بڑھانا بھاری گناہ ہے۔ ان کے ساتھ دوستی کا سب سے کم نقصان یہ ہے کہ یہ دوستی بندے اور ربّ کے درمیان حجاب بن جاتی ہے۔ بندے میں کفریہ رسومات مٹانے کی ہمت مغلوب ہو جاتی ہے۔ احکامِ شرع جاری کرنے میں کوتاہی آ جاتی ہے۔ ہندوستان میں جزیہ موقوف ہونے کی وجہ کفار سے دوستی ہی ہے۔ ہندوؤں کی صحبت کی وجہ سے بادشاہ یہ نہ جان سکا کہ جزیہ کا مقصد ہی کفار کی تذلیل اور اسلام کے غلبے کا اظہار ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں: اللہ نے کفار کو نجس اور پلید فرمایا ہے۔ اگر وہ نجس ہیں تو مسلمانوں کو ان کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔(7)

تبصرہ:

امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ بیان دراصل دو قومی نظریے کی ایک مضبوط دلیل فراہم کرتا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص اور اسلامی اصولوں کی حفاظت کی جو فکر پیدا کی، وہ آگے چل کر دو قومی نظریے کی شکل میں واضح ہوئی۔ امام ربانی کی اس فکر کا محور یہ تھا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں جن کی دینی اور معاشرتی اقدار ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں، اور اس بنیاد پر ان کا

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-2, Issue-2(July-December, 2024)
ISSN: (2311-6552)

اجتماع ممکن نہیں۔ آپ کے نزدیک ہندو اللہ کے نزدیک نجس ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں، اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہندوؤں کی صحبت سے دور رہیں تاکہ ان کے دین اور ایمان کی حفاظت ہو سکے۔

آپ کا یہ بیان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے عین مطابق ہے، جو مسلمانوں کو کفار سے الگ رہنے اور ان کی صحبت سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ امام ربانی کی اس فکر نے دو قومی نظریے کی بنیاد رکھی، جس میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست اور حکومت کا مطالبہ اسی سوچ پر مبنی تھا کہ ان کا دینی تشخص ہندوؤں سے بالکل مختلف ہے، اور اس کی بقا کے لیے ایک الگ قوم اور ریاست کا قیام ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے احکام کی پیروی میں سر تسلیم خم رکھیں اور مشرکین (یعنی ہندوؤں) سے اعراض و اجتناب کریں۔

سورۃ الانعام میں فرمایا:

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

"اس وحی کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں کی گئی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے اعراض کرو۔"(8)

اسی طرح سورۃ الحجر میں فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

"پس جو آپ کو حکم دیا گیا، اُسے اعلانیہ کہہ دو اور مشرکوں سے کنارہ کر لو۔"(9)

یہ بھی حکم ہے کہ اگر بھولے سے یا نادانی میں تم نے ایسے لوگوں سے میل ملاپ رکھا ہے تو جب بھی یاد آجائے یا احساس پیدا ہو جائے تو ان ظالموں کے ساتھ تعلق ترک کر دو۔

سورۃ الانعام میں ہے:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

"جب تم انہیں دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بے ہودہ باتیں کرتے ہیں تو ان سے رخ موڑ لو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔"(10)

پس جب یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان اور ہندو ایک دوسرے سے جدا ہیں تو علی الاعلان ان کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جیسے سورۃ یونس میں ارشاد ہے:

وَ اِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّیۡ عَمَلِیۡ وَ لَكُمۡ عَمَلُكُمۡ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِیۡٓـُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَ اَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ۔

"اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو فرماد یجیئے کہ میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل، تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔"(11)

صحبت میں احتیاط کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بندہ اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔"(12)

اس کی وجہ یہ ہے کہ دوست کے عقائد اور اعمال کا بندے پر اثر مرتب ہوتا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوبات میں مسلمانوں کو کفار کی صحبت سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی۔ کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول ان کے نظریات اور عادات سے متاثر ہونے کا ذریعہ بن سکتے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں کو صرف مؤمنوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مومن کے علاوہ کسی سے صحبت نہ رکھو۔"(13)

3۔ اسلامی تشخص کی تلقین:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلامی شعار کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کے نزدیک یہ اس قدر ضروری ہے کہ کوئی نام، لقب یا تخلص بھی ایسا استعمال نہ ہو جس میں کفر کا حوالہ یا اشارہ ہو۔ عبد الرحیم خانخاناں کے ایک خط سے آپ کو معلوم ہوا کہ ایک شاعر جو معزز خاندان سے ہے اپنے اشعار میں "کفری" تخلص کرتا ہے۔ آپ نے اپنے جواب میں ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کو اس نام سے ایسے بھاگنا چاہیے جیسے انسان شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔ کیونکہ یہ نام اور ایسا نام رکھنے والا دونوں اللہ اور رسول ؐ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ آپ نے اس شخص کو تلقین کی کہ اپنا نام بدلے اور اسلامی لقب رکھے۔(14)

تبصرہ:

اس مثال سے معلوم ہوا کہ اگر کفار سے مشابہت رکھنے والا نام اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے تو ایسے افعال کس قدر ناپسندیدہ ہوں گے جو کفر کا شعار ہیں؟ کافروں کی رسومات اور ان کے تہواروں میں شرکت اللہ کے نزدیک کس قدر مذموم ہو گی؟

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-2, Issue-2(July-December, 2024)
ISSN: (2311-6552)

ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا مطالبہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ وہ اپنی ظاہری مشابہت، لباس، اور وضع قطع میں ہندوؤں سے الگ تھے۔ ان کے ساتھ رہنے میں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کم فہم، نادان مسلمان ہندوؤں کی صحبت میں ان کی جیسی وضع اختیار کر لیتے۔ ان کے جیسے نام رکھتے۔ ان کے تہواروں میں شامل ہوتے۔ غرض یہ کہ اپنا اسلامی تشخص ہندوؤں کی تہذیب میں دفن کر دیتے۔ جب کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان اسلامی تشخص کی حفاظت پر زور دیتا ہے۔

اسلامی تشخص کے تحفظ کے لیے اسلام کو مکمل تسلیم کرنا کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت مسلمانوں سے عقیدہ اور عمل دونوں میں اسلام کو مکمل طور پر قبول کرنے کا مطالبہ کرتی ہے، اور ایمان سے دور لے جانے والے راستوں پر چلنے سے خبر دار کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

"اے مؤمنو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"(15)

نیز اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کے سیدھے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے اور اسلام کے علاوہ دوسرے راستوں کی طرف انحراف کے خلاف خبر دار کرتا ہے جو مسلم شناخت کے نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔

سورۃ الانعام میں ہے:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

"اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، ورنہ وہ راستے تمہیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ وہ تمہیں اس کی وصیت کرتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔"(16)

اسی طرح سورۃ الممتحنہ میں مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ معاملات میں محتاط رہیں جو کھلے عام اسلام کے مخالف ہیں۔ وہ اسلامی عقیدے کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ ہم آہنگ نہ ہوں تاکہ اپنی مذہبی اور سماجی شناخت کو برقرار رکھنے پر قادر ہو جائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-2, Issue-2(July-December, 2024)
ISSN: (2311-6552)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ۔

"اے مؤمنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ رکھو، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی کے سبب حالانکہ انھوں نے انکار کیا اس حق کا جو تمہارے پاس آیا۔"(17)

نبی کریم ﷺ نے بھی تلقین فرمائی کہ مسلم اپنی وضع قطع میں اسلامی رنگ زندہ رکھیں۔ غیر مسلموں کے لباس یا حلیہ میں ان کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ آپ نے تنبیہ فرمائی:

"جو کسی قوم کی مشابہت لیتا ہے وہ انہی میں سے شمار ہوتا ہے۔"(18)

اس میں مسلمانوں کے لیے ترغیب ہے کہ وہ ظاہری شکل، رویے اور عقائد میں اپنی خصوصیت کو برقرار رکھیں۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ کچھ مسلمان جو کفار کے درمیان رہ رہے تھے، انھوں نے سجدہ کر کے اپنی جانوں کی پناہ مانگی، پھر بھی انہیں جلدی سے قتل کر دیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے انہیں دیت کا آدھا حصہ دینے کا حکم دیا اور فرمایا: "میں مشرکوں کے ساتھ میں رہنے والے ہر مسلمان سے بری ہوں۔" لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ایسا کیوں؟ تو آپ نے جواب دیا: "مسلمان کو کافروں سے اتنی دوری اختیار کرنی چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کے کھانے کی آگ بھی نہ دیکھ سکیں۔"(19)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں سے دوری برقرار رکھیں جن کے عقائد اسلام سے متصادم ہیں تاکہ غیر اسلامی نظریات سے متاثر یا کمزور ہونے سے بچ سکیں، اس طرح ان کی الگ مسلم شناخت کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

۴۔ غلبۂ کفار پر تعسّف:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد کے ہندوستان کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ اکبر کے دین کے کفریہ نظریات نے معاشرے پر اپنے اثرات چھوڑے تھے۔ کفار نے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ مسلمان اسلامی احکام جاری کرنے میں عاجز آچکے تھے، جب کہ کفار کھلم کھلا کفریہ احکام جاری کر سکتے تھے۔ گائے کی قربانی پر پابندی تھی، اور جو قربانی کرتا اسے سزا ملتی تھی۔ آپ نے شیخ فرید کے نام مکتوب میں مسلمانوں کی حالتِ زار پر ان الفاظ کے ساتھ تعسف کا اظہار کیا: ہائے ہلاکت! ہائے مصیبت! ہائے افسوس اور غم! حضرت محمد ﷺ کے ماننے والے رسوا ہو رہے تھے، لیکن آپ ؐ کے منکر معتبر گردانے جاتے تھے۔ مسلمان اسلام کی ماتم پرسی کرتے تھے اور کفار ان کا مذاق اڑاتے تھے، ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ہدایت کا آفتاب اور حقانیت کا نور

باطل کے پردوں میں چھپ گیا تھا۔(20)

تبصرہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے چینی اور فکر مندی اس بنیاد پر تھی کہ مسلمان، جو ایک الگ دینی تشخص رکھتے تھے، کفار کے غلبے کے باعث اپنے حقوق سے محروم تھے۔ اس دور میں اسلامی احکام پر عمل کرنا بہت دشوار ہو چکا تھا۔ امام صاحب کا یہ رویہ دراصل ایک دردمند مصلح کا تھا جو اپنی قوم، مسلمانوں کی حالتِ زار پر شدید فکر مند تھے۔ وہ مسلمانوں کی پست حالت اور کفار کے بڑھتے ہوئے تسلّط کو دیکھ کر بے چین رہتے تھے کیونکہ یہ غلبہ مسلمانوں کے لیے ان کے دینی اور معاشرتی حقوق کو پامال کرنے کا سبب بن رہا تھا۔ امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریک مسلمانوں کو دوبارہ ان کے حقیقی دینی تشخص، اخلاقی اقدار اور اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کی طرف واپس لانے کی ایک بھرپور کوشش تھی۔ ان کا یہ تعسف دراصل ایک اصلاحی جدوجہد تھی تاکہ مسلمانوں کو کفار کے غلبے اور دینی زوال سے نجات دلائی جاسکے اور انہیں اپنے حقوق اور دین کی پاسداری کی طرف راغب کیا جاسکے۔

امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ تعسّف رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر تھا۔ آپ ﷺ بھی نہایت درجہ آرزو کرتے تھے کہ کفار ایمان لے آئیں۔ لیکن ان کے ایمان نہ لانے پر آپ ﷺ افسوس فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا غم اتنا شدید تھا کہ ایسا لگتا تھا جیسے آپ اس فکر میں خود کو نقصان پہنچا رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔

"کہیں تم اپنی جان کو اس غم میں ہلاک نہ کردو کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے۔"(21)

اسی طرح سورۃ الشعراء میں فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ:

"(اے حبیب!) کہیں تم اپنی جان کو اس غم میں ہلاک نہ کردو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔"(22)

5۔ اہلِ اسلام کو ترغیب:

مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھتے ہوئے اور ان کے دینی و معاشرتی زوال کو سامنے رکھتے ہوئے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماءِ حق کو ایک ذمہ داری سونپی۔ آپ نے ان پر زور دیا کہ وہ دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے یہ فریضہ بھی انجام دیں کہ بادشاہِ وقت تک رسائی حاصل کریں۔ اسے دین کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کریں اور اسلام کی صحیح تصویر اس تک پہنچائیں تاکہ وہ اسلامی شعار سے آگاہی حاصل کرے۔ علماء پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کلمۂ حق بلند رکھیں اور بادشاہ کو راہِ راست پر چلنے کی تلقین

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-2, Issue-2(July-December, 2024)
ISSN: (2311-6552)

کریں۔آپ نے اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر علماء حق نے یہ ذمہ داری نہ نبھائی تو اس خلا کو علماء سوء پر کریں گے، جو نہ صرف خود گمراہ ہوں گے بلکہ بادشاہوں کو بھی گمراہ کریں گے،اور بادشاہوں کی گمراہی کا اثر براہِ راست معاشرہ پر ہوگا۔(23)

تبصرہ:

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک حکمران کی اصلاح پوری قوم کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔لہذا علماء کو چاہیے کہ وہ بادشاہوں کو دین کی عظمت اور ذمہ داریوں کا احساس دلائیں اور انہیں اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اپنی حکومت کو اسلامی اصولوں پر استوار کریں۔ان کے خیال میں جب تک حکمران اپنے دین اور اسلام کے اصولوں کے مطابق نہ ہو، مسلمان بھی اپنے معاشرتی اور دینی حالات کو بہتر نہیں بنا سکتے۔امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کو سمجھتے تھے کہ ہندستان میں مسلمانوں کی حالت بدلنے کا ایک بنیادی راستہ یہ تھا کہ حکمران کی حالت کو بدلا جائے۔ایسا حکمران ہو اسلامی معاشرت اور احکام پر عمل پیرا ہو۔

امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ منہج اصلاح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عمومی حکم میں داخل ہے۔اہلِ اسلام کو دین کی طرف ترغیب دینا اور نیکی کی دعوت دینا قرآن و حدیث کے اہم موضوعات میں شامل ہے۔

سورۃ آل عمران میں ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔(24)

"اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف لوگوں کو دعوت دے، نیک باتوں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کس کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امیروں کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی۔"(25)

یہاں مسلمانوں کی خیر خواہی سے مراد ان کو نیکی کی ترغیب دینا ہے۔

6۔اسلامی ریاست کا قیام:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوبات میں امت کی اصلاح اور دینی شعور اجاگر کرنے کے حوالے سے اہم نکات بیان کیے ہیں۔حکمران کے کردار کے بارے میں اپنے ایک مکتوب میں حدیث بیان کرتے ہیں: **اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مَلُوْکِھِمْ**

ISSN: (2311-6552)

(لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں)۔اس حدیث کو بنیاد بنا کر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ بادشاہوں کے احوال واطوار، ان کی عادات واخلاق اور ان کے اچھے یا برے اعمال کا براہِ راست اثر رعایا پر پڑتا ہے۔ان کے صلاح وفساد کے کام عوام میں جاری وساری ہوتے ہیں۔(26)

تبصرہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث "الناس علیٰ دین ملوکھم" کو بیان کرتے ہوئے نہایت حکیمانہ انداز میں اس حقیقت کو واضح کیا کہ عوام اپنے حکمران کے تابع ہوتی ہے۔ حکمران اپنی رعایا کے لیے ایک نمونہ ہوتے ہیں، اوران کے کردار کی جھلک پورے معاشرے میں نظر آتی ہے۔ اگر حکمران نیک، عادل اور دیندار ہو تو رعایا میں بھی نیکی، دیانت داری اور صالحیت پروان چڑھتی ہے، لیکن اگر حکمران فاسق وفاجر ہو تو وہ خود گمراہی میں مبتلا رہتا ہے اور اپنی رعایا کی اصلاح سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ایسے میں معاشرہ فسق وفجور، بدامنی اور اخلاقی انحطاط میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اس نکتہ میں دو قومی نظریہ کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ بایں طور کہ اگر برصغیر کے مسلمان الگ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ نہ کرتے تو وہ انگریز کی حکمرانی سے نکل کر ہندو کی حکمرانی میں چلے جاتے۔ ان کا حکمران اگر کوئی ہندو ہوتا تو وہ اپنی تہذیب اور عقائد کے مطابق، اسلامی شعار کو دبانے اور مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو ختم کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔اس طرح مسلمانوں کے لیے انگریزوں کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی میں جانا صرف آقاؤں کی تبدیلی ہوتی، نہ کہ حقیقی آزادی۔ان کے لیے نہ تو دین کے تحفظ کی ضمانت ہوتی اور نہ ہی اسلامی اقدار کے فروغ کا کوئی امکان باقی رہتا۔آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بصیرت نے مسلمانوں کو اپنی الگ شناخت برقرار رکھنے اور اپنے دین وتہذیب کی حفاظت کرنے کا راستہ دکھایا۔ یہی سوچ آگے چل کر دو قومی نظریے کی بنیاد بنی۔

7۔غیرتِ اسلامی:-

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلامی غیرت وحمیت مومن کی صفات میں شامل ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مکتوب میں فرمایا کہ اس پرفتن دور میں کسی میں غیرتِ اسلامی کا موجود ہونا اس کے مومن ہونے کی نشانی ہے۔ یہ وہ جنون ہے جسے حدیث میں مومن کی صفت کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں اسلام کی غیرت وحمیت زیادہ ہو گی، اس کا جنون بھی اسی قدر زیادہ ہو گا، اور وہی کامل مومن ہو گا۔(27)

تبصرہ:

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-2, Issue-2(July-December, 2024)
ISSN: (2311-6552)

اسلامی غیرت وحمیت کا یہی وہ جنون تھا جس نے مسلمانوں کو ایک الگ ریاست کے حصول کے لیے جدوجہد کرنے پر مجبور کیا۔ وہ اس بات پر اصرار رکھتے تھے کہ انہیں ایسی سرزمین چاہیے جہاں اسلام کے اصولوں پر عمل کیا جاسکے، اسلامی شعائر کا تحفظ ہو، اور مسلمانوں کو کسی غیر قوم کے اثرورسوخ سے آزاد زندگی گزارنے کا موقع ملے۔ یہ وہ جنون تھا جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو اپنے مقصد کے لیے کھڑا کیا اور بالآخر تحریکِ پاکستان کی صورت میں ایک کامیاب جدوجہد کی بنیاد بنائی۔

8۔ باطل معبودوں کی تحقیر:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مکتوب میں اپنی تمنا کا اظہار فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے سختی کی جائے، ان کو رسوا کیا جائے اور ان کے باطل معبودوں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ کے یہاں اس عمل سے زیادہ پسندیدہ عمل کوئی نہیں۔ اسی لیے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس عمل کی بار بار ترغیب دیتے ہیں اور اس عمل کی بجاآوری کو اسلام کے اہم ترین امور میں سے جانتے ہیں۔(28)

تبصرہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ بیان مسلمانوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ دینِ اسلام کی سربلندی اور باطل کے خلاف جدوجہد کا عزم ظاہر کرتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تمنا میں دشمنانِ اسلام کے خلاف سختی اور ان کے باطل عقائد کی بیخ کنی کی خواہش ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ یہ عمل خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے اور اسلام کے اہم ترین امور میں شامل ہے۔ اس کے پیچھے بنیادی سوچ یہ ہے کہ دینِ اسلام اور باطل قوتوں کے درمیان کبھی بھی فکری، تہذیبی، یا اعتقادی ہم آہنگی ممکن نہیں ہو سکتی۔

برصغیر کے تناظر میں یہ حقیقت نمایاں تھی کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں، جن کے عقائد، روایات، طرزِ زندگی، اور تہذیبی اقدار ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ آپ کے اس قول نے اس بات کو تقویت دی کہ مسلمانوں کو اپنے دینی تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے اہلِ باطل کے ساتھ فکری اور معاشرتی اشتراک سے بچنا ہوگا۔ اگر مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مشترکہ معاشرتی یا سیاسی نظام کے تحت زندگی گزارتے تو ان کا دینی تشخص خطرے میں پڑ سکتا تھا۔ مکتوباتِ امام ربانی کا یہ فکری پہلو دو قومی نظریے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

حاصلِ کلام:

عہدِ حاضر پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ہمارا معاشرہ، بالخصوص ہماری نوجوان نسل، اپنی اسلامی روایات اور اقدار سے تیزی سے دور ہوتی جارہی ہے۔ وہ مغربی تہذیب کو اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور اسلامی طرزِ زندگی کو قدامت

پسندی اور پسماندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف ہماری دینی شناخت کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے بلکہ ہماری تہذیبی بنیادوں کو بھی کمزور کر رہا ہے۔ یہ فکری اور ثقافتی انحراف اس بات کی علامت ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ مغرب کی ظاہری چمک دمک اور مادی ترقی سے متاثر ہو کر اپنی اصل شناخت بھلا بیٹھا ہے۔ وہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ مغربی تہذیب بنیادی طور پر الحاد، مادیت، اور خود غرضی کے اصولوں پر مبنی ہے، جو انسانی روح اور اخلاقیات کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

آج کے اس پر فتن دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ دین اور ملت کے اکابرین کے افکار اور تعلیمات کو عوام الناس تک مؤثر انداز میں پہنچایا جائے۔ ہمیں اپنی نوجوان نسل کو اسلام اور کفر کی تفریق سمجھانی ہوگی تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید کرنے کے بجائے اپنی اسلامی تہذیب اور شناخت کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ ان کو کفار کی صحبت سے پرہیز کرنے اور اسلامی شعار اپنانے کی ترغیب دینا ہوگی تاکہ ان کے دلوں میں دین کی محبت پیدا ہو اور وہ اپنی زندگیوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں سنوار سکیں۔ ہمیں اپنی قوم کو اس بات کا شعور دلانا ہوگا کہ مملکتِ خداداد پاکستان صرف ایک خطہ زمین نہیں، بلکہ یہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ایک عظیم نعمت ہے۔ ہمیں ایک بار پھر اس سرزمین پر اسلام کا بول بالا کرنا ہوگا، اور اسے ان اصولوں کے مطابق ڈھالنا ہوگا جن کے تحت یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔

حوالہ جات:

1۔ الکافرون:1-6
2۔ التوبہ 73:9
3۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، مترجم: مولانا زوار حسین شاہ (کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۹۸۸)، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۱۶۳، ص ۳۶۰
4۔ آل عمران 19:3
5۔ آل عمران 85:3
6۔ مسلم، ابن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: جو شخص اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے تو وہ جنت میں جائے گا، اور جو مشرک مر جائے گا وہ جہنم میں جائے گا، رقم الحدیث 175
7۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۱۶۳، ص ۳۶۰
8۔ الانعام 106:6
9۔ الحجر 94:15
10۔ الانعام 68:6
11۔ یونس 41:10
12۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب کن کے ساتھ صحبت رکھنے کا حکم ہے، رقم الحدیث: 4833

13۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب مؤمن کی صحبت کے بارے میں، رقم الحدیث:2395
14۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۲۳، ص: ۹۹
15۔ البقرۃ208:2
16۔ الانعام153:6
17۔ الممتحنۃ1:60
18۔ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ، رقم الحدیث:4031
19۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب السیر، باب مشرکوں کے درمیان رہنے کی کراہت، رقم الحدیث:1604
20۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۴۷، ص: ۱۷۲
21۔ الکھف18:6
22۔ الشعراء3:26
23۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۴۷، ص: ۱۷۲
24۔ آل عمران:3:104
25۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دین خیر خواہی ہے، رقم الحدیث175
26۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب ۱۹۵، ص:۵۵
27۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اوّل، مکتوب ۶۵، ص:۲۰۴
28۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، حصہ دوم، مکتوب ۲۲۹، ص:۳۰۰